باسمہٖ تعالیٰ

خضر کی صورت رہا جو جادہ پیمائے حیات
وہ جلالِ علم ہے تاریخ میں "نقشِ دوام"

نقشِ دوام

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ

کے

سوانح، علمی و عملی شاہکار، سیاسی افکار، دینی نظریات

اور

تحقیقات و تفردات کا ایک بسیط جائزہ

از: —— انظر شاہ مسعودی

شاہ بک ڈپو، دیوبند۔ (یو، پی)

نام کتاب :— "نقشِ دوام"

مُرتب :— انظر شاہ مسعودی

کتابت :— محبوب الرحمٰن قاسمی بجنوری

مصحح :— انیس الاسلام القاسمی و احمد خضر شاہ مسعودی

مطبع :— شیروانی آفسٹ پرنٹرز دہلی

تعداد طباعت :— ایک ہزار

باہتمام :— حکیم مصباح الدین مردانی

قیمت :— تیس روپیہ

ناشر :

شاہ بکڈپو، دیوبند (یو، پی)

فہرست مضامین

اودے اودے بادل اکثر موجود اور اسکی زمین پر بہتے ہوئے دریا اور رواں دواں چشمے ہیں. وادی کا کچھ علاقہ پاکستان کے قبضہ میں ہے۔

یہ ایک مختصر تفصیل ہے حضرت شاہ صاحبؒ کے وطنِ مالوف کشمیر کی۔

حسب و نسب

امام العصر حضرت مولانا انورشاہ مرحوم ابن شیخ معظم شاہ ابن شاہ عبدالکبیر ابن شاہ عبدالخالق ابن شاہ محمد اکبر ابن شاہ محمد عارف ابن شاہ حیدر ابن شاہ علی ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ مسعودی نروری الکشمیری رحمہ اللہ۔ علامہ مرحوم نے اپنی بعض تصانیف میں بسلسلۂ نسب صرف اتنا لکھا ہے آپ کے خیال میں شجرہ کے یہ سلسلے قطعاً صحیح تھے جبکہ موجود سلسلۂ نسب کی باقی تفصیلات ناقابل اعتبار ہیں۔ اس سے قطع نظر اسلام نے جن بعض بے بنیاد مفاخر کے اصنام کو شکست وریخت کیا۔ ان میں سے ایک بڑا صنم غرور قومیت، غرور شرف نسب، فخر بالآبار اور خاندانی حد بندیوں پر زعم باطل تھا۔ اسمیں شک نہیں کہ شرف نسب خدائے تعالیٰ کی ایک نعمت اور خاص انعام ہے لیکن اس کا تقاضا حسن عمل کا ذوق وشوق، کردار کی درستگی، معاملات کی نزہت، ظاہر و باطن کی نظافت ایسی ہونی چاہیئے جس سے اعلےٰ روایات کی نکہتیں روش چمن سے باہر فضاؤں کو معمور رکھیں نہ یہ کہ کردار کی نازیبائی، معاملات کی نادرستگی عمل کوش زندگی سے محرومی اور صرف حسب و نسب پر اعتماد اور دوسری قوموں کی دل شکنی و دلآزاری مطمح نظر بن جائے۔ قرآن کریم نے اپنے بلیغ و معجز اسلوب میں قومیاتی تقسیم کو باہمی معرفت اور امتیاز کا حد فاصل قرار دیا ہے اور بس۔ ارشاد ہے: ''وَجَعَلْنَاکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا'' یہ بھی تسلیم کہ طویل تجربات نے اعلیٰ و پست اقوام میں ازدواجی تعلقات کو عموماً ناکام ہی دکھایا ہے۔ الا ماشاء اللہ اور اسے بھی قبول کیا جاسکتا ہے کہ حسب و نسب اور خاندانی وجاہتوں کے اثرات نسلوں میں منتشر اجزاء کی طرح بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت مرحومہ کے ممتاز دقیقہ رس سیدنا امام ابوحنیفہ تغمدہ اللہ بغفرانہ نے ازدواجی رشتوں میں حسب و نسب کا بھرپور اعتماد کیا ہے۔ آپ کے معاصر امام مالک علیہ الرحمہ نے اگرچہ اس نظریہ کو قبول کرنے سے انکار کیا تاہم تجربات کی طویل تاریخ ابوحنیفہ الامام کی رائے کی توثیق و تصویب کرتی ہے مگر یہ امام ابوحنیفہ سے کہیں منقول نہیں کہ فخر بالانساب کو انھوں نے سراہا ہو یا ان کی کوئی دماغی کاوش یا فقہی نکتہ اس صنم پرستی کا مؤید

بن کر سامنے آیا ہو۔ اس عالم رنگ و بو میں انھیں اخلاف کو اپنے آبار کی نسبی وجاہت پر فخر کا بلاشبہ جواز ہے جنکی زندگیاں خود اسلاف کے حسین و پاکیزہ آثار سے مشابہت و مناسبت رکھتی ہیں ورنہ بقول شاعر ؎

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو　　　پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

بلند حوصلہ اخلاف نے اپنے مفاخر کی راہیں خود ہموار کی ہیں۔ انھوں نے اسلاف کے بچھائے ہوئے دستر خوان سے زلہ ربائی میں کوئی عزت محسوس نہیں کی۔ محمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے بنیاد مفاخر اور عرب و عجم کے مابین امتیازی خطوط کو اپنے کلک رسالت سے اولین لمحہ میں حرف غلط کی طرح محو کر دیا تھا لیکن پچھلوں کی بے عنوانیاں کہ وہ بتدریج اسلام کے پاکیزہ تصورات سے ہٹنے کا جو عمل اختیار کرتے رہے اسکا ظہور اس شعبہ میں بھی بدقسمتی سے ہو کر رہا خصوصاً ہندوستانی مسلمان یہاں کی گود پرستوں کے جھمیلے میں خود فراموشی بلکہ اسلام فراموشی میں اسطرح مبتلا ہوا کہ اب اسے اسلام کے صحیح تصورات بھی نامانوس نظر آتے ہیں۔

صاحب سوانح حضرت مولانا انورشاہ کشمیریؒ سے متعلق ایک صاحب نے سب سے پہلے حسب و نسب کی بحث اٹھا کر بخیال خویش چاند پر پہونچ جانے کا حیرت انگیز مرحلہ طے کرلیا۔ وہ قرآن کے کسی مخفی گوشہ کو اپنی خداداد بصیرت سے حل کرتے یا حدیث کے کسی مستور رُخ کی نقاب کشائی ان کے علم ریز قلم کے حصہ میں آتی یا وہ کوئی معاشی و اقتصادی نیا نکتہ پیدا کرتے ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہوئی۔ ہوا تو کیا ہوا۔ کہ حسب و نسب کی بحث اٹھا کر غیر شعوری طور پر فخر بالآباء کے اس صنم کو استحکام دیا جسے اسلام کا گرز شکست وریخت کرنے کے لئے کائنات میں متحرک ہوا تھا مگر ان ''محقق عصر'' نے اس ناپسندیدہ بحث میں الجھ کر اسلامی تصورات سے جو کھلی بغاوت کی وہ بھی تصنیف و تالیف کی کائنات کا ایک ہائلہ ہی قرار دیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مولانا انورشاہ کے عہد میں ایک دنیا انھیں ''سید'' مسلسل لکھ رہی تھی اور لکھنے والے عام طبقہ سے تعلق نہ رکھتے بلکہ وہ اکابر تھے جنکا قلم محتاط اور جنکی نگارشات ثقاہت کا دلآویز عنوان ہیں پھر مولانا انورشاہ کے تدیّن، ان کے تقویٰ، ان کی احتیاط پسندی، ان کی حق پژوہی کو آخر کیا ہوا تھا کہ انھوں نے اس شہرت کو اپنے قلم و زبان سے قطعی تردید میں ناپسندیدہ غفلت و کتمان کا مظاہرہ ہمیشہ کیا!

پھر آج اس بحث کو اٹھا کر مرحوم کے کچھ حلقہ بگوش کیا اپنے مرحوم استاذ کی کوئی مناسب خدمت انجام دے رہے ہیں۔ بہ ادنیٰ غور و فکر اس فیصلہ میں کوئی تذبذب نہیں کہ نصف صدی

کے بعد خود حضرت شاہ صاحبؒ کو رسوا کرنے کی یہ شعوری و غیر شعوری خدمت بھی ایک بھیانک ظلم ہے۔ اپنے جذبات پر شدید احتساب کے باوجود جو کچھ چھلک پڑا بہ لہجۂ غالبؔ اسکی معذرت بھی پیش ہے ؎

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

فقہار نے تصریح کی ہے کہ سلسلۂ نسب کو حدیث کی طرح مسند کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ حسب و نسب کے باب میں شنیدہ روایتوں پر اعتماد کر لیا جائیگا۔ اصطلاح فقہار میں اسے تسامح کہا جاتا ہے۔ فقہار کے اس واضح فیصلہ کے بعد حضرت شاہ صاحب سے متعلق ان کی قومیت کا مسئلہ عام شہرت کے مطابق طے شدہ ہے۔ تاہم تاریخ نگار کے فریضہ کی حیثیت میں ان مشکوک و مشتبہ تفصیلات پر بھی نظر ڈال لی جائے جو سرِ دست فراہم ہیں۔

کشمیر میں موجود حضرت موصوف کے خانوادہ میں تین شجرے خود راقم الحروف کی نظر سے گذرے ہیں۔ ڈاکٹر رضوان اللہ صاحب نے اپنے تحقیقاتی مقالہ بنام "مولانا انورشاہ" میں ان میں سے کچھ جمع بھی کر دئے ہیں۔ ماہرین انساب انھیں دیکھ لیں کہ یہ کس حد تک صحیح ہیں۔ پھر خود کشمیر میں خانوادۂ انور میں ایک مخطوطہ موجود ہے جسمیں حضرت شاہ صاحبؒ کے مورثِ اعلیٰ کو "از اولاد میر سید کرمان" لکھا ہے اور یہ تو بالکل حقیقت ہے کہ اس خاندان میں ابتدا سے تا راقم الحروف سادات کی لڑکیاں یا اس خاندان کی لڑکیاں سادات میں آتی جاتی رہیں۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم کی والدہ سیّدہ تھیں آپ کی اہلیہ سیّدہ تھیں۔ برادر اکبر مولانا ازہر شاہ صاحب قیصرؔ کی موجودہ اہلیہ سیدہ ہیں۔ خاکسار کی مرحومہ اہلیہ سادات سے تھی۔ میری ایک ہمشیرہ سادات ہی میں بیاہی گئیں۔ ایک برادر زادی خاندان سادات میں منسوب ہے۔ راقم الحروف کا پورا ننھیالی سلسلہ قصبہ گنگوہ کے سیّد خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ غرض یہ کہ جَپ و راست میں سادات سے ایک طویل و عریض تعلق موجود ہے۔ مفسرین و محققین علمار نے بعض آیات کے تحت واضح طور پر لکھا ہے کہ شرف نسب حاصل کرنے کے لئے اگر ننھیال سادات سے ہو تو اسکی جانب انتساب کرتے ہوئے خود کو سیّد کہنا و لکھنا جائز ہے۔ اسلئے خانوادۂ انوری کے بعض افراد اگر خود کو سیّد لکھتے ہیں یا حضرت شاہ صاحب نے اپنے نام کے ساتھ سیّد کے ضمیمہ کو حرف غلط قرار نہیں دیا تو یہ کوئی مجرمانہ اقدام نہیں تھا جس کے لئے نصف صدی کے گذرنے پر بعض نا عاقبت اندیش قلم سزا دہی کے لئے پر تول رہے ہیں۔

یہ تصریح بھی غیر مناسب نہ ہوگی کہ یہ بے بضاعت اپنے قلم سے اپنے لئے سید نہیں لکھتا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اس انعام خداوندی کی وسعتوں اور گہرائیوں کا منکر ہے بلکہ اسلام سے معمولی واقفیت نے اسے اس راہ پر بے اختیار پہونچا دیا کہ فخر بالانساب کی اسلامی تصورات میں کوئی اہمیت نہیں۔ سوانح کی تکمیل کے لئے وہ شجرے بھی شریکِ کتاب ہیں جو کشمیر کے خاندان میں محفوظ ہیں اور جنکی صحت مشکوک ہے۔

ان شجروں میں حضرت شاہ صاحب کا منتہائے نسب حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ہیں۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کی نسلی شاخیں ہندوستان میں موجود ہیں اور الحمد للہ کہ ان میں ہندوستان کی بعض اساسی شخصیتیں و ارباب مشیخت شریک ہیں۔ پانی پت کے بعض اولیار کبار اسی خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ قصبہ گنگوہ کے مشہور و معروف قطب عالم حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ نسلاً امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ہی سے شرف نسب لئے ہوئے ہیں۔ گنگوہ میں یہ حضرات قدوسی و پیرزادگان سے شہرت یاب ہیں۔ بمبئی کے حکیم محمد سعید صاحب اجمیری جن کی حفیدہ حال ہی میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم کے صاحبزادے جناب اعظم صاحب لیکچرار مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے عقد میں آئیں۔ قدوسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ان کی بچیاں شیوخ و سادات میں بیاہی گئیں اور سادات کی اولاد اس خاندان سے منسوب رہیں۔ غرض یہ کہ ہندوستان میں حضرت امام اعظمؒ کی اولاد معزز خاندانوں سے متعلق ہے اور بجائے خود وہ احترام نسبی سے تہی دست بھی نہیں۔ اسلئے جن صاحب کے قلم نے حضرت شاہ صاحب کو سادات سے نکال کر "نعمانی" سلسلہ میں ڈال کر یہ مسرت حاصل کرنا چاہی تھی کہ اسطرح مرحوم کا استخفاف کریں، سطور بالا کی روشنی میں قارئین انھیں اس مسرت سے محروم ہی سمجھیں گے۔

اب ان شجروں کو دیکھئے جو کشمیر کے خانوادۂ انوری میں موجود ہیں۔ یہ دو شجرے ہیں اور قدرے اشتراک کے ساتھ، پھر ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور یہی امر ان کی صحت کو مشکوک کرتا ہے۔

شجرہ کا

بر صفحہ

نمبر ۲۴

انورشاہ کشمیری

معظم شاہ
عبد الکبیر
عبد الخالق
پیر اکبر
پیر حیدر
عارف باللہ
باباعلی
شیخ عبداللہ
شیخ مسعود نروری
شاہ جنید
میمون شاہ یا قاسم شاہ
هومان شاہ
هرمز

معظم شاہ
عبد الکبیر
عبد الخالق
پیر اکبر
پیر حیدر
عارف باللہ
باباعلی
شیخ عبداللہ
شیخ مسعود نروری
شاہ جنید
میمون شاہ یا قاسم شاہ
عبداللہ
عبدالرشید
عبدالرحمٰن
تقی اللہ
عبدالسلام
مجیدالدین
عبدالرب
عبدالوہاب
نجی اللہ
نجم الانصاری
حارث
ناوطی

حضرت شاہ صاحب مرحوم کے آباء واجداد تقریباً دو سو سال قبل بغداد سے ہندوستان پہونچے اور مختلف مقامات پر قیام کرنے کے بعد کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ آپ کا پورا سلسلہ اولیاء اللہ اور کاملین سے سرافراز ہے۔ خصوصاً "شاہ فتح اللہ" اور "شاہ مسعود نروری" ہر دو کے مزارات کشمیر میں مرجع خاص وعام ہیں۔ شیخ مسعود نروری رحمۃ اللہ علیہ جن تک حضرت شاہ صاحبؒ نے بیشتر اپنا نسب پہونچایا ہے۔ سری نگر کے ایک دور افتادہ محلہ "نرورہ" میں رہائش پذیر تھے۔ ان کا شمار کشمیر کے متمول لوگوں میں تھا اور اس قدر وسیع کاروبار تھا کہ "ملک التجار" کے لقب سے شہرت پائی۔ حضرت شاہ کرمان ابوالفیاض رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ یہ وہی شاہ کرمان ہیں جو میر سید کرمانی رئیس الاولیاء کے نام سے مشہور ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے ان اشعار میں ان کی منقبت بیان کی ہے۔

نالم کہ خستہ حالم از نفس زشت کردار — افتادہ ام نگوں سار از جرم خویش ناچار
شرمندہ ام زعصیاں لیکن گرفتہ از جاں — فتراک شاہ کرماں، سرخیل خیل ابرار
قطب مدار دوراں، ہادیٔ پیر پیراں — سر حلقۂ کریماں، دریائے فیض دادار
انور چہ چیز دارد کہ آں ارمغانے آرد — رسوائی وندامت، انجام کار نادار

میر سید کرمانی قدس سرہٗ کے حالات مشہور ہیں بلکہ کشمیر کے ہر مؤرخ نے ان کے تفصیلی حالات کا ذکر کیا ہے۔ ۹۷۶ھ میں شاہ کرمان نے شیخ مسعود نروری کو ایک خاص تحریر خلافت کے ساتھ کچھ تبرکات عطا فرمائے اور دستاویز خلافت میں لکھا "یہ تبرکات میرے بزرگوں سے حاصل ہوئے ہیں اور اب میں انھیں شیخ مسعود نروری کے سپرد کرتا ہوں۔"

اس وثیقہ پر بابا شنکر نظام الدین اور حسن کو گواہ بنایا گیا ہے "نرورہ" محلہ میں سطح زمین سے مرتفع چبوترہ پر شاہ مسعود نروری اور ان کے دو صاحب زادوں کے مزار ہیں جن میں ایک شاہ مجنوں ہیں جو مدتوں خدمتِ خلق میں مصروف رہے۔ شیخ نروری کے لوح مزار پر چند اشعار کندہ ہیں جن سے آپکی ان عظمتوں کا کچھ پتہ چلتا ہے جو عوام کے اذہان وشعور میں آپکے لئے تھیں۔

صاحب سوانح کے والد مولانا معظم[ع] شاہ صاحب ضلع مظفر آباد تحصیل کرناؤ میں پیدا ہوئے

ع مرحوم نے دو شادیاں کیں جن سے اولاد ذکور میں سب سے بڑے صاحبزادے جواں مرگ مولانا محمد یٰسین شاہ ذکی ذہین، مستعد عالم، پرگو شاعر اپنے چھوٹے بھائی مولانا محمد انورشاہ مرحوم سے بہت مانوس، طالب علمی میں حضرت شاہ صاحب شعر فرماتے اور وہ لکھتے۔ شادی ہوئی نئے نئے ایام عروسی گھر پر واردین وصادرین کا ہجوم، بیراپنی دلہن [illegible]